ایک حدیث

اشعریوں کی ایک ادا

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے بخاری و مسلم میں ایک ارشاد نبوی یوں مروی ہے:

ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو او قل طعام عیالهم بالمدینة جمعوا ما کان عندهم فی ثوب واحد ثم اقتسموا بینهم فی اناء واحد بالسویة - فهم منی وانا منهم۔ (ریاض السنہ صفحہ ۴۸۲)

اشعریوں کا یہ معمول تھا جب کسی غزوے کے موقعے پر فاقہ مستی کی نوبت آتی یا مدینے میں ان کے بال بچوں کے لئے کھانا تھوڑا رہ جاتا تو یہ سب لوگ اپنی اپنی کھانے کی چیزیں ایک کپڑے میں اکٹھا کر لیتے اور ایک برتن میں برابر کے حصے لگا کر آپس میں تقسیم کر لیتے۔ لہٰذا یہ لوگ میرے اور میں ان کا ہوں۔

یہ حدیث اشعریین کی فضیلت میں محدثین نے روایت کی ہے لیکن احادیث فضائل میں یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ اوّلاً تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دوسروں میں وہ فضائل نہیں ہیں۔ ثانیاً اس کا یہ مقصد بھی نہیں کہ جس کی جو فضیلت بیان ہو رہی ہے اس کے سوا اس میں اور کوئی فضیلت نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ عموماً کسی خاص موقعے پر یا کسی مخصوص سلسلۂ کلام میں کسی فرد یا قوم کی کوئی نمایاں خصوصیت بیان کی جاتی ہے۔

یہاں ایک پورے قبیلۂ اشعریین کی ایک بڑی اہم خصوصیت بیان فرمائی گئی ہے۔ یہ اہم اس لئے ہے کہ اسلامی اقدار میں ایک بڑی اہم قدر معاشی مساوات بھی ہے جو صرف معاشی قدر نہیں بلکہ ایک بہت بڑی اخلاقی قدر بھی ہے۔ معاشی قدر جس محور پر گردش کرتی ہے اس کے سرے دو ہیں۔ ایک آمد ہے اور دوسرا خرچ۔ اسلامی اقدار ان دونوں پر قدغنیں لگاتی ہیں۔ یعنی معاش حاصل بھی کی جائے صحیح ذرائع سے اور اسے نکالا بھی صحیح راستے میں۔ اگر طریقۂ حصول جائز مگر انفاق غلط راہ میں ہو تو یہ ایسا ہی جیسے حصول غلط طریقے سے ہو اور لگایا جائے صحیح راہ میں۔

ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حصول کا ذریعہ تو صحیح ہو لیکن انفاق نہ صحیح راہ میں ہو نہ غلط راہ میں۔ یہ انداز بھی ناجائز ہے۔ اسی کا نام ہے اکتناز جس کی وجہ سے دولت گردش سے محروم رہتی ہے۔ دولت کو اسراف سے بچتے ہوئے بہرحال جائز مصرف میں لانا ضروری ہے اور اس کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ صرف اپنی ذات یا اپنے گھر والوں ہی میں اسے محصور نہ رکھے، بلکہ الاقرب فالاقرب کے اصول کے مطابق اس کا دائرہ وسیع کرتا جائے۔ اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے بعد جو کچھ بھی پس انداز ہو وہ اس کی طرف لوٹا دے جس کے پاس بنیادی ضروریات سے بھی کم ہو اسی کو قرآنی اصطلاح میں انفاقِ عفو

کہتے ہیں اور اس کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ اگر اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لئے اسے برداشت کرے۔ اسے قرآنی اصطلاح میں ایثار کہتے ہیں۔ ایثار کے معنی ہیں اپنے آپ پر دوسرے کو ترجیح دینا۔

اگر انفاقِ عفو اور ایثار اجتماعی شکل میں ہو تو ظاہر ہے کہ انفرادی انفاق و ایثار سے بدرجہا زیادہ مفید و مطلوب ہوگا۔ یہی وہ خوبی اور اعلیٰ اخلاقی قدر ہے جو اشعریین میں بدرجۂ اتم موجود تھی جس کی حضورؐ قدر افزائی فرما رہے ہیں۔ ذرا سوچئے، یہ کتنا بڑا ایثار ہے کہ اپنے سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھتے ہیں اور اس ایثار کا بھی اعلیٰ مرتبہ اختیار کرتے ہیں یعنی یہ نہیں کرتے کہ قریبوں کو کچھ زیادہ اور بعیدوں کو کچھ کم دیں بلکہ جتنا خود لیتے ہیں اتنا دوسروں کو دیتے ہیں اسی کو زیرِ بحث حدیث میں اقتسام بالسویۃ فرمایا گیا ہے اور اس کو حضور نے اتنا بڑا درجہ دیا ہے کہ ایسا کرنے والے اشعریوں کو ھم منی و انا منھم فرمایا ہے یعنی وہ میرے اور میں ان کا ہوں۔

یہ صحیح ہے کہ قربِ نبویؐ کا یہ درجہ حاصل ہونے کا سبب صرف یہی ایک صفت نہیں جو اشعریوں میں موجود تھی، کچھ اور اقدار بھی ہیں جن سے یہی درجۂ قرب نصیب ہوتا ہے اور احادیث میں ان کا ذکر بھی موجود ہے جب احادیث میں کسی ایسی صفت کا اور اس کے درجے کا ذکر آئے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ وصف کسی میں بہ تمام و کمال پیدا ہو تو دوسری اقدار بھی خود بخود اس کے گرد سمٹتی چلی آتی ہیں۔ اقدار کی مثال تو ایک جال کی سی ہے جس کا ہر حلقہ دوسرے حلقوں سے وابستہ و پیوستہ ہوتا ہے اگر ایک حلقے میں انگلی ڈال کر کھینچا جائے تو دوسرے حلقے بھی از خود ہی اس کے ساتھ کھنچتے چلے آئیں گے۔

حضورؐ نے اشعریوں کے اس خاص وصف کو جو اتنا بڑا درجہ عطا فرمایا ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ اندازِ زیست معاشی عدل کا وہ آخری نقطہ ہے جہاں سارے عالم کو قرآن لے جانا چاہتا ہے۔ یعنی ایک تو یہ کہ اس مساویانہ تقسیم کا ابتدائی عملی تجربہ تو ایک گروہ ہی سے ہوگا لیکن مقصد یہ ہے کہ پوری انسانی سوسائٹی میں یہ طریقہ پھیل جائے۔ دوسرے یہ کہ یہ انداز محض کھانے کی چیز ہی تک محدود نہ رہے بلکہ تمام ضروریاتِ زندگی میں یہی اصول رائج ہو جائے۔ ضروریاتِ زندگی میں محض کھانا نہیں۔ لباس، پوشاک، مکان، دوا علاج، تعلیم و تربیت، تفریحات اور زندگی کو آگے بڑھانے والے تمام ارتقائی اسباب وغیرہ سب داخل ہیں۔ ان تمام ضروریاتِ زندگی میں ساری آبادی کو یکساں سہولت حاصل ہونا زندگی کا نصب العین ہے۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ضروریاتِ زندگی کے تمام سرچشمے انفرادی ملکیت و تصرف سے نکل کر معاشرے کی مشترک تحویل میں آجائیں۔ یہ منزل اگرچہ ابھی دور ہے لیکن مقصد یہی ہونا چاہئے، رُخ اسی قبلے کی طرف ہونا چاہئے اور قدم اسی منزل کی طرف اُٹھنا چاہئے۔ اشعریوں نے اپنے طرزِ عمل سے اسی کا شاندار آغاز کیا تھا جس سے انہیں یہ درجہ حاصل ہوا۔ (محمد جعفر)

طابع ناشر۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مطبوعہ۔ حمایت اسلام پریس لاہور مقامِ اشاعت۔ ۲ کلب روڈ۔ لاہور